اخبار الأصفیاء

ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ایک جامع تذکرہ[۱]

(از مولانا قاضی اطہر مبارک پوری)

ہندوستان کے علماء و مشائخ کی مستقل سوانح نگاری کا سلسلہ آٹھویں صدی میں شروع ہوا، اور ان کے حلقہ میں اس کی طرف خصوصی توجہ کی گئی، امراء و سلاطین کی سرپرستی میں لکھی جانے والی طبقات و تواریخ کی کتابوں میں جن علماء و مشائخ اور دانشوروں کے حالات درج کیئے گئے ان کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے شاہی دربار سے تھا، یا وہ غیر معمولی شخصیت رکھتے تھے، ان کی سوانح نگاری میں احوال و ظروف کی رعایت ہوتی تھی، اور ایک خاص نقطۂ نظر سے ان کے حالات درج کیے جاتے تھے، اس لئے ان کی شخصیت کے اصل خد و خال سامنے نہ آسکے، اور جب خود طبقۂ علماء و مشائخ میں تذکرہ نویسی کا ذوق پیدا ہوا تو بڑی حد تک یہ کمی پوری ہوگئی،

چونکہ اس دور میں علم و دانش کے مقابلہ میں زہد و تصوف کا مزاج و رواج عام تھا، اس لئے دانش گاہوں اور مدرسوں پر خانقاہی رنگ چھایا ہوا تھا، اور تذکرہ نگاروں نے علماء کو بھی صوفیہ کے رنگ میں پیش کیا، اصحاب درس علماء اور دانشور بھی اس دور میں عام طور سے کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے منسلک ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اہل درس اور صاحب تصانیف علماء کے

---

[۱] خدا بخش لائبریری پٹنہ کے عربی و فارسی زبان کے مخطوطات تصوف پر جنوبی ایشیائی علاقائی سیمینار منعقدہ ۱۵ تا ۲۵ فروری ۱۹۸۵ء کے لئے لکھا گیا۔

کارناموں اور خدمات اور ان کی درسگاہوں اور مدرسوں کی تفصیلات بہت کم سامنے آسکیں۔ اور صوفیہ و مشائخ کے احوال و افکار کشوف و کرامات اور ان کی خانقاہوں اور مزاروں کی تفصیلات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اس دور میں شریعت پر طریقت کی بالادستی اور مدرسوں پر خانقاہوں کی گرفت کا حال یہ تھا کہ نامی گرامی اہلِ علم و دانش روحانیت و مشیخت کے عتباتِ عالیہ پر سرنگوں رہا کرتے تھے، اور ان کا علمی جلال مشائخ کے روحانی جمال پر فریفتہ رہا کرتا تھا۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو، مولانا شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں نہ صرف گجرات کے بلکہ پورے ہندوستان کے نامور عالم و مدرس اور مصنف تھے، ان کے درس اور شروح و حواشی کی دور دور تک دھوم مچی ہوئی تھی، بیسیوں درسی اور غیر درسی کتابوں کے حواشی و شروح لکھے، ان کے مدرسہ سے ہزاروں طلبہ علم و فن کی سند لے کر نکلے، انھوں نے پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی، اس علمی جلالتِ شان کے ساتھ وہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری متوفی ۹۷۰ھ رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید و خلیفہ تھے، حالانکہ شیخ محمد غوثؒ باوجود زہد و تصوف میں بے عدیلِ روزگار ہونے کے علم و دانش میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں تھا، شیخ وجیہ الدین کی اپنے شیخ و مرشد کے ساتھ عقیدت اور روا لہیت کا یہ حال تھا کہ علم و دانش کی تمام اقدار کو ان کے قدموں میں ڈال دیا تھا، بقول صاحبِ اخبار الاصفیا "شیخ وجیہ الدین ہر روز بعد از فراغ درس بجد متش رفتہ، در صف نعال می ایستاد و یارائے گفتار نہ داشت" - (ورق ۱۰۹) -

ان کے شیخ محمد غوثؒ نے ایک کتاب معراج نامہ لکھی جس میں علمائے شریعت کے نزدیک بے اعتدالی تھی، مگر شیخ وجیہ الدین کی طرح دیگر علماء بھی خوش رہے، البتہ شیخ علی متقی متوفی ۹۷۵ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو دیکھ کر اپنے دینی غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے معتقد سلطان محمود گجراتی سے کہا کہ تم اس بدعتی کو میرے فتویٰ پر سزا دو، کیونکہ "بسیار پائے ادب از دائرۂ انداز بیروں نہادہ است" مگر سلطان محمود نے شیخ وجیہ الدین کی رعایت کر کے اس حکم سے اغماض کیا، شیخ

علی متقیؒ اس واقعہ سے اس قدر رنجیدہ اور متاثر ہوئے کہ حجاز چلے گئے، جیسا کہ صاحب اخبار الاصفیا نے لکھا ہے "شیخ علی گفت در شہرے کہ حق پائمالِ باطل گردد نتواں بود، در ہماں ایام حجاز وطن گرفت (اخبار الاصفیا ورق ۱۱۰)

بعد میں صورتِ حال یہ ہوئی کہ شیخ محمد غوثؒ "در گوالیار مدفون گشت، روضۂ متبرکہ اور زیارت گاہ خواص وعام است"۔ جبکہ شیخ وجیہ الدینؒ کے عظیم الشان مرکزی مدرسہ کا محل وقوع بھی معلوم نہیں ہے، اگر شرح جامی پر ان کا حاشیہ نہ چھپا ہوتا تو ہمارے مدرسوں کے طلبہ و مدرسین ان کا نام تک شاید نہیں جانتے،

ابتدا میں یہاں کے اہلِ علم وفضل کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں شیخ محمد بن مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ کی سیر الاولیاء، اور شیخ شعیب بن جمال منیریؒ متوفی ۸۲۰ھ کی مناقب الاصفیاء قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ وجیہ الدین بن سید نظام الدینؒ نے ۹۳۶ھ میں ایک ضخیم کتاب مصباح العاشقین لکھی۔ نیز اس دور میں اور کئی کتابیں اس موضوع پر مرتب کی گئیں، جن میں عام طور سے صوفیہ اور مشائخ کے احوال تھے۔ حتی کہ دسویں صدی کے آخر میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ متوفی ۱۰۵۲ھ نے عالمانہ اور محققانہ انداز میں ۹۹۹ھ میں اخبار الاخیار تصنیف کی، اور شیخ عبد القادر عیدروس گجراتی متوفی ۱۰۳۸ھ نے النور السافر عربی زبان میں لکھی، کہنا چاہیے یہ دونوں کتابیں یہاں کے علماء کے حالات میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، شیخ عبد الحق دہلویؒ نے اخبار الاخیار کے علاوہ مشائخ کے حالات میں دو اور کتابیں الانوار الجلیہ اور زاد المتقین لکھیں، ان کتابوں کے بعد گیارہویں صدی میں علماء ومشائخ کے حلقہ میں تذکرہ نویسی کا عام سلسلہ چل پڑا، اور متعدد علمی و روحانی خانوادوں اور سلسلوں پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آگئیں، اسی دور میں شیخ عبد الصمد بن افضل محمد انصاری اکبر آبادیؒ نے ۱۰۱۴ھ میں اخبار الاصفیاء لکھی۔

شیخ محمد بن حسن غوثی مندویؒ نے ۱۰۲۱ھ میں گلزار ابرار، مرزا محمد صادق ہمدانی نے ۱۰۳۶ھ میں کلمات الصادقین، شیخ الہدیہ بن عبد الرحیم کیرانوی نے ۱۰۳۶ھ میں سیر الاقطاب، شیخ عبد الرحمن

چشتی نے ۱۰۴۵ھ میں مرآۃ الاسرار، نیز انھوں نے مرآۃ الولایت اور مرآۃ المداری، جہاں آرا بیگم بنتِ شاہجہاں نے ۱۰۴۹ھ میں مونس الارواح، شیخ غریب اللہ بن شیخ کبیر الدین احمد قادری نے ۱۰۵۰ھ میں ملفوظات قادریہ گجرات، شاہ ابوالخیر میں شاہ ابوسعید فاروقی بصیروگی نے ۱۰۶۵ھ میں شیر و شکر، شیخ نظام الدین احمد بن محمد صالح صدیقی نے ۱۰۶۵ھ میں کرامات الاولیاء لکھی، اسی زمانہ میں محمد دارا شکوہ متوفی ۱۰۶۹ھ نے سفینۃ الاولیاء، اور سکینۃ الاولیاء لکھی، ان کتابوں کے علاوہ گیارہویں صدی میں بہت سے اربابِ علم وفضل کے تذکرے مرتب ہوئے اور متعدد طرق وسلاسل میں علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی گئیں۔

ذیل میں گیارہویں صدی کے ابتدائی دور کی ایک اہم کتاب اخبار الاصفیاء (فارسی) کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے، اس کے مصنف شیخ عبدالصمد تمیمی انصاری اکبر آبادی علم وفضل میں مجمع البحرین اور نجیب الطرفین بزرگ ہیں، ان کے والد شیخ عبدالصمد بن شیخ افضل محمد متوفی ۱۰۳۱ھ بن شیخ یوسف متوفی ۹۹۳ھ ابن شیخ عبداللہ دانشمند متوفی ۹۲۶ھ بن شیخ یعقوب بن شیخ نصیر الدین تمیمی انصاری اکبر آبادی کے آباء و اجداد علم وفضل اور مشیخت میں صفِ اول کے بزرگوں میں سے ہیں، شیخ نصیر الدین سلطان بہلول لودی کے ابتدائی دورِ سلطنت میں ملتان سے آگرہ آئے اور یہیں سکونت پذیر ہوگئے، وہ روحانیت و مشیخت میں علوئے مرتبت کے ساتھ صاحبِ درس و تدریس نامور عالم دین تھے، فقہ و فتویٰ میں خاص مہارت و شہرت رکھتے تھے، شیخ عبدالصمد کے جد مادری شیخ مبارک بن خضر ناگوری متوفی ۱۰۰۱ھ ہیں اور ان کے صاحبزادے ابوالفیض فیضی اور ابوالفضل جیسے اہلِ علم ودانش اور فضلائے روزگار ان کے ماموں ہیں، ابوالفضل نے اپنے خواہرزادہ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی تھی۔

شیخ عبدالصمد نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ریعانِ شباب سے ان کو بزرگوں کے احوال و اقوال سے شغف تھا، اور "پاک نہادانِ ہندوستان" کے حالات لکھنا چاہتے تھے، مگر [illegible] مانع ایک صاحبِ دل متوکل بزرگ نے اس کی ترغیب بھی دی، اس کے باوجود حالات کی ناسازگاری اس سے مانع رہی، یہاں تک کہ سلطان جہانگیر کی تخت نشینی ۱۰۱۴ھ کے وقت یہ کام شروع ہوا، اور جس کام کو دوسرے اہلِ علم سالہا سال میں انجام نہیں دے سکتے تھے مصنف نے تھوڑی مدت میں اسے پورا کر

مصنف اس کتاب کو "دانشورانِ دشوار پسند" کے ذوق و معیار کے مطابق لکھنا چاہتے تھے، مگر چونکہ مقصود "ذکرِ احوالِ مشائخِ ہندوستان" تھا اس لئے نگارشِ مدعا میں صرف "رنگ آمیزیٔ انشا" پر اکتفا کیا، اور اپنی نکتہ دانی و سخن طرازی پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ایسے معالج کی تلاش میں رہے جو "نیفِ سخن اور مزاجِ معنی" کو دیکھ کر "عباداتِ سقیم و مضامینِ عقیم" کا علاج کرے، مگر ناکامی رہی، اس لئے خود ہی یہ کام کیا، اور "احوالِ پاکانِ ہندوستان" مرتب کر کے اس کا نام اخبار الاصفیا، رکھا، ہندوستان کے بزرگوں کا تذکرہ اس داعیہ پر لکھا کہ جس قدر اولیاء و اتقیاء اس اقلیم میں آسودۂ خواب ہیں دوسرے شہروں میں ان کا نشان نہیں ملتا، خصوصاً مصر السعادت آگرہ میں جو چار دانگ ہندوستان کا مرکز اور مصنف کتاب کا وطن ہے۔

۹۹۹ھ میں دہلی میں شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخیار تصنیف کی، اور اس کے پندرہ سال کے بعد ۱۰۱۴ھ میں آگرہ میں شیخ عبدالصمد نے اخبار الاصفیاء لکھی، دہلی اور آگرہ کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے، دونوں مصنف معاصر بھی ہیں، عجب کیا ہے کہ اخبار الاخیار کے تتبع اور تاسی میں اخبار الاصفیاء لکھی گئی ہو، اس کا انداز بڑی حد تک اخبار الاخیار سے ملتا جلتا ہے، دونوں کتابوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے، اندازِ بیان بڑا دقیق اور سادگی میں رنگینی لیے ہوئے ہے، "دشوار پسندی" سے بچنے کے باوجود عبادت میں انشاء اللہ کی لطیف رنگ آمیزی اور ہلکے پھلکے بدائع و صنائع کی آمیزش نے بڑا حسن پیدا کر دیا ہے، مناقب و فضائل کے ذکر میں عقیدت مندانہ غلو کے بجائے واقعیت غالب ہے، پوری کتاب میں ۲۶۰ سے زائد علماء و مشائخ کا ذکر ہے، جن کا تعلق ہندوستان سے ہے، تذکروں کی ترتیب زمانی ہے، یعنی سنین وفات کے اعتبار سے تقدم و تاخر ہے، ابتداء میں تبرکاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر خیر ہے، اس کے بعد پہلا تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رہ متوفی ۶۳۳ھ کا اور آخری تذکرہ سید احمد بخاری متوفی ۱۰۰۵ھ کا ہے، اس کے بعد چند معاصر بزرگوں کے حالات ہیں، عام طور سے تذکروں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، کہیں کہیں فوائد الفواد اور بعض دوسری کتابوں

کے حوالے ہیں۔ اور عام طور سے "گویند" اور "نقل ست" لکھ کر واقعات درج ہیں:

اخبار الاصفیاء کا میرا مملوکہ قلمی نسخہ متوسط سائز کے ۱۵۶ ورق یعنی ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، بخط فارسی ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں، خط مناسب ہے اس کے کاتب اور مالک شیخ ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد بن محمد عبد اللہ بن نظام الدین ہیں، تاریخ کتابت روز چہار شنبہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۱۱۱ھ بمقام ارکاٹ جنوبی ہند ہے۔

مناصرہ

(نئی پیشکش)

اور مفکر ملت علامہ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رح کی (آخری یادگار) اس کتاب کے مرتب پروفیسر ڈاکٹر عنوان چشتی۔ عمدہ طباعت اور ۴۰۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب خوبصورت اور دلکش جلد کے ساتھ شائع کی گئی ہے حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس آخری یادگار کا ایک مرتبہ مطالعہ ضرور فرمائیں اور بڑی مقدار میں اس پتے پر آرڈر فوراً بھیجیں۔

قیمت مجلد عمدہ ریگزین ۳۵ روپے

ملنے کا پتہ:-

منیجر ندوۃ المصنفین - اردو بازار جامع مسجد دہلی